

## خواتین کے نکاح اور رشتہوں سے متعلق منفی روئیے اور اسلامی تعلیمات

Negative attitudes and Islamic teachings regarding women's marriage and Relationships

Dr. Muhammad Anees Khan

Lecturer, Department of Islamic and Religious studies Hazara University Mansehra.

Email: [manees332@gmail.com](mailto:manees332@gmail.com)

Muneeb Shah

M.Phil. Scholar, Department of Islamic and Religious Studies Hazara University  
Mansehra.

Email: [hmshah550@gail.com](mailto:hmshah550@gail.com)

Received on: 10-01-2025

Accepted on: 12-02-2025

### Abstract

Islam regards marriage as a pure, natural, and sacred bond that serves not only as a means of personal moral and spiritual fulfillment but also as a foundation for social stability. The Qur'an and Sunnah emphasize mutual consent, respect, justice, and balanced rights for both men and women in marriage. Despite this clear Islamic framework, many Muslim societies continue to practice negative social attitudes toward women in matters of marriage that directly contradict Islamic teachings. This study critically examines such practices, including ignoring a woman's consent in marriage, placing unjust financial burdens on the bride's family, considering dowry obligatory, humiliating women due to delayed marriage proposals, viewing women's education or employment negatively, and objecting to the remarriage of widowed or divorced women. Through evidence from the Qur'an, Prophetic traditions, classical Islamic jurisprudence, and the Prophet's practical example, it is demonstrated that these attitudes stem from pre-Islamic or cultural customs rather than from Islamic law. Islam grants women the right to consent to marriage, financial security, personal dignity, and the capacity to make independent decisions. The Prophet Muhammad ﷺ practically challenged societal prejudices by

**Keywords:** Women's Rights, Islamic Marriage, Social Injustice, Consent

اسلام نے شادی کو ایک پاکیزہ، فطری اور مقدس رشتہ قرار دیا ہے جو نہ صرف معاشرتی استحکام بلکہ فرد کی روحانی و اخلاقی تکمیل کا ذریعہ بھی ہے۔ قرآن و حدیث میں عورت اور مرد دونوں کے حقوق، باہمی احترام اور رفاقت کو مرکزی اہمیت دی گئی ہے۔ اس کے باوجود آج کے کئی معاشروں میں عورت کے نکاح، رشتہ، اختیار اور طلاق سے متعلق ایسے منفی روئیے پائے جاتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے واضح طور پر متصادم ہیں۔  
وہ سماجی منفی روئیے جو خواتین کے نکاح سے متعلق ہیں:

اسلام کے اس واضح اور روشن تصور کے باوجود ہمارے معاشرے میں کئی روئیے ایسے ہیں جو براہ راست اسلامی اصولوں کے خلاف ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

### 1: لڑکی کی رائے کو اہمیت نہ دینا:

اسلام نے نکاح جیسے مقدس معاهدے میں عورت کی رائے کو بنیادی حیثیت دی ہے، مگر بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں اس کو نظر انداز کرنا ایک منفی سماجی روایہ بن چکا ہے۔

ہمارے معاشرے میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ لڑکی کا نکاح والدین یا خاندان کی مرضی سے ہو گا اور لڑکی کی خاموشی کو رضامندی سمجھ لیا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات تو زبردستی یا دباؤ کے ذریعے نکاح کر دیا جاتا ہے۔ یہ روایہ نہ صرف اخلاقی طور پر غلط ہے بلکہ شرعی طور پر بھی ناپسندیدہ بلکہ بعض صورتوں میں ناجائز ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"فَلَا تَعْصُّوْهُنَّ أَن يَكْحُنْ أَرْوَاحَهُنَّ"<sup>1</sup>

"پس تم عورتوں کو اس بات سے مت رو کو کہ وہ اپنے پسندیدہ شوہروں سے نکاح کریں۔"

اس کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ ابن کثیر<sup>2</sup> لکھتے ہیں:

"یعنی عورتوں کو ان کے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت رو کو، جب وہ آپس میں معروف طریقے سے راضی ہوں۔"

پھر آگے امام ابن کثیر<sup>3</sup> حضرت معقّل بن یسار کا واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن کو سابق شوہر سے نکاح کرنے سے روکا، تو یہ آیت نازل ہوئی، جس پر وہ فوراً مان گئے۔ یہ آیت عورت کے اختیار نکاح کو تسلیم کرتی ہے اور والدین یا سرپرست کو عورت کی پسند میں ناجائز رکاوٹ ڈالنے سے منع کرتی ہے اور یہ دلیل ہے کہ نکاح عورت کی رضا کے بغیر مکمل نہیں۔ سنتِ

نبوی ﷺ میں بھی اس کے متعلق ارشاد ہے:

"لَا شُكْحَ الْأَئِمَّةِ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا شُكْحَ الْإِكْرَ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ"<sup>4</sup>

"بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔"

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَارِيَةً إِبْكَرًا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهُ أَنَّ أَبَاهَا رَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَخَيَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"<sup>5</sup>

"ایک لڑکی نے نبی ﷺ سے شکایت کی کہ اس کے والد نے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا ہے نبی ﷺ نے اسے اختیار دے دیا۔"

اسی طرح فقهاء میں سے ہمارے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی رائے ہیں:

"ینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضها وان لم يعقد عليها ولها بکرا كانت او ثببا عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمہما اللہ فی ظاهر الروایة"<sup>6</sup>

"آزاد، عقلمند بالغ عورت کا نکاح اس کی رضا سے ہو جاتا ہے خواہ اس کا ولی نہ کرے۔ کنواری ہو یا شیبہ۔ امام ابو حنفہ اور ابو یوسف رحمہم اللہ کے نزدیک ظاہر روایت میں۔"

کہ بالغ عاقل عورت کو نکاح میں اختیار حاصل ہے زبردستی نکاح کو درست نہیں مانتے۔ بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں "لڑکی کو کیا پتا؟ ہم بہتر فیصلہ کریں گے، خاندان کی عزت کا مسئلہ ہے" جیسے جملے بول کر اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ روایہ شریعت کے خلاف سنت نبوی ﷺ کے منافی عورت پر ظلم کے متراوٹ ہے۔ اسلام اس مسئلے کا نہایت متوازن حل پیش کرتا ہے لڑکی کی صاف اور واضح رضامندی لی جائے دباؤ، دھمکی یا جذبہ باقی بلکہ میلنگ سے بچا جائے والدین رہنمائی کریں، فیصلہ مسلطنا کریں دینی اور اخلاقی معیار کو ترجیح دی جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو نکاح میں رائے دینے کا حق دیا، زبردستی سے محفوظ رکھا اور عزت، وقار اور اختیار عطا کیا لہذا لڑکی کی رائے کو نظر انداز کرنا اسلامی نہیں بلکہ جاہلی روایہ ہے۔

## 2: نکاح میں لڑکی والوں پر ناجائز بوجھ ڈالنا

ہمارے معاشرے میں نکاح کو رسم و رواج کی وجہ سے مشکل بنا دیا گیا ہے۔ لڑکی والوں سے جہیز، بھاری اخراجات، دعوتوں اور سامان کا مطالبہ کرنا ایک غلط سماجی روایہ ہے جس کی اسلام میں کوئی بنیاد نہیں۔ قرآن نے مرد کو دینے والا بنایا، عورت یا اس کے گھر والوں پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں رکھی اس کے بر عکس بوجھ ڈالنا قرآنی منع کے الٹ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدْقَاتِهِنَّ يَخْلُلُهُ" <sup>6</sup>

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح میں دینا مرد کا کام ہے، لینا نہیں۔ اس کے برخلاف لڑکی والوں پر بوجھ ڈالنا قرآنی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"وَأَنْكِحُوهُنَّا الْيَوْمَ مِنْكُمْ" <sup>7</sup>

"تم میں سے جوبے نکاح ہوں ان کا نکاح کردو۔"

آیت کا اسلوب سادگی اور سہولت پر دلالت کرتا ہے، نہ کہ مالی بوجھ پر۔ مفسرین کے نزدیک یہاں رکاوٹیں دور کرنے کا حکم ہے، نہ کہ نتی رکاوٹیں کھڑی کرنے کا۔ نبی کریم ﷺ نے نکاح میں سادگی کو پسند فرمایا اور فرمایا:

"أَعْظَمُ النِّكَاحَ بِرَكَةً أَيْسَرُهُ مَؤْنَةً" <sup>8</sup>

"سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔"

سادگی کی بہترین مثال عہد صحابہ میں نکاح کا تھا، حضرت فاطمہؓ کے نکاح میں نہ جہیز تھا اور نہ لڑکی والوں پر کوئی

بوجھ، بلکہ مہر حضرت علیؓ نے ادا کیا۔ اگر لڑکی والوں پر خرق ڈالنا درست ہوتا تو سب سے پہلے رسول ﷺ اپنی بیٹی سے لیتے۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جیسے مالدار صحابی نے بھی نہایت سادہ نکاح کیا، اور نبی ﷺ نے ویہ کا حکم بھی مرد کو دیا، نہ کہ لڑکی والوں کو۔ صحابہؓ کے دور میں نکاح کا مقصد رشتہ جوڑنا اور تقویٰ تھا، نہ کہ مال و دولت کا لین دین۔ اس لیے اس زمانے میں نہ جہیز کا رواج تھا اور نہ لڑکی والوں سے مطالبات کیے جاتے تھے۔

لڑکی والوں پر ناجائز بوجھ ڈالنے کے نتیجے میں نکاح میں تاخیر، زنا اور فتنہ، غربت اور قرض، والدین کی بے عزتی اور لڑکیوں کا بوجھ سمجھا جانا جیسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا نکاح میں لڑکی والوں پر ناجائز بوجھ ڈالنا قرآن، سنت نبوی ﷺ اور طریقہ صحابہؓ کے مزاج کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ نکاح کو آسان بنایا جائے تاکہ برکت آئے، نہ کہ اسے مالی بوجھ بنایا کر لوگوں کو گناہ یا پریشانی میں ڈالا جائے۔

### 3: جہیز کو لازمی سمجھنا

نکاح کا مقصد عفت، سکون قلب اور خاندانی استحکام ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں وقت گزرنے کے ساتھ کچھ غیر اسلامی رسوم، خصوصاً جہیز کو لازمی سمجھنے کا تصور، نکاح کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ جہیز سے مراد وہ سامان ہے جو عموماً لڑکی کے والدین شادی کے موقع پر داماد یا اس کے گھر والوں کو دیتے ہیں۔ اسلام کے ابتدائی دور میں جہیز بطور لازمی رسم موجود نہیں تھا۔ یہ رواج زیادہ تر ہندوانہ معاشرت سے مسلمانوں میں داخل ہوا۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَمِنْ فَسَادِ عَوَادِيِ النِّكَاحِ شَكْلِيْفُ الْمَرْأَةِ وَاهْلِهَا مَا لَا يَلْزَمُهُ شَرْعًا"<sup>9</sup>

"نکاح کے بگڑے ہوئے رواجوں میں سے یہ ہے کہ عورت اور اس کے گھر والوں پر وہ اخراجات لازم کیے جائیں جو شریعت نے ان پر واجب نہیں کیے۔"

قرآن مجید میں نکاح کے احکام تفصیل سے بیان ہوئے ہیں، لیکن کہیں بھی جہیز کا حکم موجود نہیں۔

"وَأَنْكِحُوهُنَّا لِيَوْمٍ مِنْكُمْ وَالصِّلْحَيْنِ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ لَنَ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِيهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ"<sup>10</sup>

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ نکاح کا دار و مدار مال و اسباب پر نہیں بلکہ اللہ کے فضل پر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے فرمایا جس میں نہ کوئی بھاری سامان، نہ مالی مطالبه، نہ نماکش صرف چند گھر یلو اشیاء تھیں جو ضرورت کے درجے میں آتی تھیں۔<sup>11</sup> صحابہ کرامؓ کے دور میں جہیز کا مطالبه نہیں ہوتا تھا نکاح مہر، رضامندی اور گواہوں پر کامل ہو جاتا تھا حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ "نکاح میں زیادہ بوجھ نہ ڈالو، ورنہ یہ دشمنی اور عداوت کا سبب بن جاتا ہے۔"<sup>12</sup>

الحوالا شخصیہ میں مشہور فقیہ محمد ابو زہرہ متاع البت کے عنوان سے فقہاء حنفیہ کی رائے بتاتے ہوئے ر قطر از ہیں:  
”رأى الحنفية وهو ان اعداد البت على المزوج كان النفقة بكل انواعها من مطعم او ملبس ومسكن عليه والمهر ليس عوض الجهاز لاه عطا ونخلة كما سماه القرآن فهو ملك خالص لها وهو حقها على الزوج بمقتضى احكام الزواج“

”یعنی حنفی فقہاء کی رائے یہ ہے کہ گھر (اور گھر یا سامان) کی تیاری خاوند کے ذمہ ہے کیونکہ ہر قسم کا خرچ مثلاً گھانا، لباس اور رہائش کی جگہ دینا اس پر واجب ہے۔ حق مهر جہیز کا عوض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ صرف اور صرف عطیہ ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کا نام نحیۃ (عطیہ) رکھا۔ وہ خالصتاً بیوی کی ملکیت ہے اور خاوند پر اس کا حق ہے۔“<sup>13</sup>

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

”اگر لڑکی والوں سے کسی چیز کا مطالبہ کیا جائے تو یہ ظلم اور ناجائز ہے۔“<sup>14</sup>

البتہ اگر والدین بغیر باؤ کے کچھ دے دیں تو جائز ہے لیکن اس کو لازم سمجھنا بدعت قبیح ہے۔ جہیز کو لازم سمجھنے سے نکاح میں تاخیر، غریب والدین پر ظلم، لڑکی کو بوجھ سمجھنے کا رجحان، گھر یا ناچاقیاں اور اسلامی اقدار سے دوری جیسے شرعی و سماجی نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہذا اگر نکاح سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہو اور اس میں جتنا سادگی سے کام لیا جائے تو اس صورت میں ہم اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کے قابل بن سکتے ہیں۔

#### 4: رشتہ نہ آنے پر لڑکی کی تذلیل کرنا

ہمارے معاشرے میں ایک افسوس ناک سماجی رویہ یہ پایا جاتا ہے کہ اگر کسی لڑکی کے رشتے جلدی نہ آئیں تو اسے موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے، اس کی تذلیل کی جاتی ہے، اس کے کردار، قسمت یا شکل و صورت پر طعن و تشنج کی جاتی ہے۔ یہ رویہ نہ صرف غیر انسانی ہے بلکہ صریحاً قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ لڑکیوں کی شادی کی عمر 16 سے 20 سال یا زیادہ سے زیادہ 25 سال تک ان کی شادی ہونی چاہیے جبکہ لڑکوں کی شادی 25 سے 28 یا 30 سال تک ہو جانی چاہیے<sup>15</sup> لیکن اگر یہ عمر میں نکل جائیں تو یہ تاخیر کی شادی کہلاتے گی۔ شادی میں تاخیر یوں تو لڑکے اور لڑکی دونوں طرف سے ہو رہی ہے لیکن زیادہ تر مشکلات لڑکیوں کو پیش آتی ہے اس لیے کہ اگر ان کی شادی کی مناسب عمر نکل جائیں تو بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں جب شروع میں رشتے آتے ہیں تو لڑکی کے والدین خوب سے خوب ترکی تلاش میں ہوتے ہیں اور جب رشتے آنابند ہو جاتے ہیں تو پھر مایوسی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تعلیمی و صنعتی ترقی اور معاشرے میں دوسرا تبدیلیوں کی وجہ سے خصوصاً شہری علاقوں میں یہ روشن دیکھنے میں آرہی ہے، لڑکے و لڑکیوں کی زیادہ عمروں میں شادیاں ہو رہی ہیں۔ کسی لڑکی کو محض اس بنیاد پر ذلیل کرنا کہ اس کے رشتے نہیں آئے، اس قرآنی اصول تکریم انسان کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَلَقَدْ كَرْمَنَا بَنِي آدَمَ“<sup>16</sup>

یہ عزت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔ رشتہ نہ آنے پر لڑکی کو طعنہ دینا، اس کا مذاق اڑانا یا اسے کم تر سمجھنا قرآن کے اس واضح حکم کے

خلاف ہے۔ ایک اور جگہ فرمان خداوندی ہیں:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخُرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ... وَلَا تَأْمُرُوا أَنْفُسَكُمْ" <sup>17</sup>

"اے ایمان والو! کوئی قوم کا مذاق نہ اڑائے اور نہ ایک دوسرے کو طعنے دو۔"

رشتہ نہ آنے کی صورت میں لڑکی کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی اسی آیت کے زمرے میں آتا ہے۔

نکاح کا وقت اور ذریعہ اللہ کی تقدیر سے ہے، اسے لڑکی کی کمزوری یا ناکامی قرار دینا عقیدہ تقدیر کے خلاف ہے۔ جب فیصلہ اللہ کا ہے، تو لڑکی کو موردِ الزام ٹھہرنا اللہ کے فیصلے پر اعتراض کرنے کے مترادف ہے۔ رشتہ نہ آنے پر لڑکی کو "منحوس" یا "بوجھ" کہنا اسی تمسخر کے زمرے میں آتا ہے جس سے اللہ نے روکا ہے۔ قرآن میں حضرت شیعہ علیہ السلام کی بیٹیوں کا ذکر ہے جو جوانی کی عمر میں گھر سے باہر کریاں چرانے جاتی تھیں کیونکہ ان کا کوئی بھائی نہیں تھا اور وہ ابھی غیر شادی شدہ تھیں۔ اللہ نے ان لڑکیوں کے حیا اور کام کا ذکر کیا، ان کے "اکنوارے پن"

کو ان کے لیے عاریت میں کا سبب نہیں بنایا۔ بالآخر اللہ نے ان کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا بتیرین رشتہ غیب سے بھیج دیا۔<sup>18</sup>

نبی کریم ﷺ نے بیٹیوں کو رحمت قرار دیا، نہ کہ بوجھ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ غَالَ جَارِيَتِينَ حَتَّىٰ تَبَلَّغاَ، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ" <sup>19</sup>

"جس نے دو بیٹیوں کی پروش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح (قریب) ہوں گے۔"

بیٹی کی عزت کرنا اور اسے تحفظ دینا جنت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کا ذریعہ ہے، اسے ذلیل کرنا اس اجر کو ضائع کرنا ہے۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"استوصوا بالنساء خيراً" <sup>20</sup>

یہ حدیث عورتوں کے ساتھ ہر حال میں اپنے برتاؤ کی تاکید کرتی ہے، چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔

عبد الرحمن الجابلیت میں عورت کو بوجھ سمجھا جاتا تھا اس کی پیدائش پر شرمندگی محسوس کی جاتی تھی نکاح نہ ہونے کی صورت میں اسے ذلت کا سامنا ہوتا تھا نبی کریم ﷺ نے اس پورے تصور کو بدل دیا اور عورت کو باعزت انسان کی حیثیت دی، نہ کہ محض نکاح کا محتاج فرد۔ حضرت فاطمہؓ کا نکاح نبی کریم ﷺ نے نہایت سادگی سے فرمایا، لیکن اس سے قبل ان کے بارے میں کبھی یہ تاثر نہیں دیا گیا کہ نکاح میں تاخیر کوئی عیب ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ہاں کسی عورت کو اس کے غیر شادی شدہ ہونے پر طعن نہیں دیا گیا نہ کسی لڑکی کے بارے میں نکاح نہ ہونے کو باعث شرمندگی قرار دیا گیا بلکہ عورت کی حیا، ایمان اور کردار کو معیار بنا یا گیا یہ عملی سیرت ہمارے معاشرتی رویوں کے لیے واضح رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

لڑکی کی تزلیل اس کے اندر" احساں کمتری "پیدا کرتی ہے جو اسے نفسیاتی طور پر بیمار کر دیتی ہے۔ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ تزلیل کرنے والے خاندان اپنی بیٹیوں کی صلاحیتوں کو تقل کر دیتے ہیں۔ موجودہ معاشرتی رویہ سیرت نبوی ﷺ سے انحراف ہے۔ لڑکی کی عزت کا تعلق نکاح سے نہیں بلکہ انسانیت اور تقویٰ سے ہے۔ اس منفی روئی سے احساں کمتری، ذہنی دباؤ اور ڈپریشن خاندانی تنازعات اور خود اعتمادی

کی تباہی جیسے اثرات سامنے آتے ہیں اور یہ اثرات اسلامی معاشرت کے بنیادی مقاصد کے منافی ہیں۔ نفسیاتی افیت بھی ضرر میں شامل ہے، المذاہل کی تندیل شرعاً جائز اور حرام ہے۔

5: لڑکی کی تعلیم یا ملازمت کو منقی نظر سے دیکھنا

کئی مسلم معاشروں میں لڑکی کی تعلیم یا ملازمت کو خاندانی و قارکے منافی سمجھا جاتا ہے۔ یہ روایہ عموماً ہب کے نام پر پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ اس کی جڑیں زیادہ ترقافتی روایات میں پیوست ہیں۔ اسلام علم و عمل کو جنس کے ساتھ مشروط نہیں کرتا بلکہ عورت کو تعلیم، معاشری فعالیت اور سماجی کردار کا باوقار حق دیتا ہے البتہ شرعی حدود کے ساتھ۔ قرآن کریم، سیرت نبوی ﷺ اور عملی نمونوں کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عورت کی تعلیم و ملازمت نہ صرف جائز بلکہ معاشرتی توازن کے لیے مفید ہے۔ پاکستانی معاشرے میں لڑکیوں کی پچنگی سوچ اور فکر کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ لڑکیوں کی شادی کی عمر 18 سے 20 سال کے درمیان آئندیل سمجھی جاتی ہے۔ کیوں کہ عام تصور یہ ہی ہے کہ کم عمر لڑکی جلد سرمال کے ماحول میں گھل مل جائے گی اور شعور و علم کی کمی کے باعث اپنے حقوق کی آواز بلند نہیں کرے گی۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے دوران لڑکیاں اپنی عمر کے ایک بڑے حصے کو گزارتی ہیں نئے تجربات اور شعور و حقوق سے آگاہی حاصل کرتی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ اپنی تعلیم کا استعمال کرنے کے لئے نوکری کے سلسلے میں کوششیں کرتی ہیں پھر اس کے بعد کہیں جا کر شادی کا نمبر آتا ہے اس وقت تک لڑکی پہنچیں سے تیس سال کی عمر تک پہنچ جاتی ہیں ہیں اور اس کے لئے اچھار شستہ تلاش کرنا ایک ایسا کارداد جو والدین کے لئے کسی ڈراونے خواب کی طرح ہے۔

قرآن علم کی فضیلت کو عمومی طور پر بیان کرتا ہے:

"فَلْ هُنَّ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ"<sup>21</sup>

یہ آیت علم کو معیارِ فضیلت قرار دیتی ہے، جنس کی تخصیص کے بغیر۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

"طلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ"<sup>22</sup>

ائمهٗ حدیث کے نزدیک یہاں مسلم میں عورت شامل ہے۔ نبی ﷺ نے عورتوں کے لیے الگ تعلیمی نشانیں بھی مقرر فرمائیں۔

اسی طرح قرآن مجید عورت کے کسبِ معاش کا حق اس طور پر بیان کرتا ہے:

"لِلرِّجَالِ تَصِيبُ مَمَّا أَكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ تَصِيبُ مَمَّا أَكْتَسَبْنَ"<sup>23</sup>

یہ آیت عورت کے ذاتی کسب اور اس کے شرات پر حق کو ثابت کرتی ہے۔

حضرت عائشہؓ فقہ، حدیث اور تفسیر میں مرجع صحابہ تھیں۔ بڑے صحابہؓ مسائل میں ان سے رجوع کرتے۔ حضرت خدیجؓ تجارت کرتی تھیں رسول ﷺ نے اس عمل کی تائید فرمائی۔ اگر پرداہ، اخلاق، اختلاط سے احتیاط اور خاندانی ذمہ داریوں کا لحاظ ہو تو عورت کی ملازمت جائز ہے۔ لڑکی کی تعلیم کو ناپسند کرنا اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔

اکثر لوگ معاشرتی روایات کو ہی اسلام سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جو بات خاندان یا علاقے میں چلی آرہی ہو، ضروری نہیں وہ دینی بھی ہو۔ اسلام نے کبھی بڑی کی تعلیم یا جائز ملازمت سے منع نہیں کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ اگر بڑی پڑھی لکھی یا مازمہ ہو گئی تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گی یہ سوچ عدم اعتماد پر بنی ہے تربیت اور حیا کو نظر انداز کرتی ہے حالانکہ اسلام آزادی نہیں، ذمہ داری کے ساتھ آزادی دیتا ہے۔ کچھ معاشروں میں مرد کو فطری طور پر افضل سمجھا جاتا ہے عورت کو صرف گھر تک محدود سمجھا جاتا ہے اس کی رائے اور صلاحیت کو کم تر مانا جاتا ہے اسلام میں فضیلت کی بنیاد تقویٰ ہے، جنس نہیں۔ بہت سے فیصلے دین کی بنیاد پر نہیں بلکہ خاندان، برادری اور رشتہ داروں کے دباو پر کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے حق کو بھی غلط سمجھ لیا جاتا ہے اور غلط کو عزت کا مسئلہ بنالیا جاتا ہے۔ بعض افراد عورت کی عقل، فیصلے اور خود احتساب پر اعتماد نہیں کرتے اسے کمزور سمجھتے ہیں جبکہ اسلام نے عورت کو مالی اختیار رائے دینے کا حق خود فیصلے کی اہلیت دی ہے۔ اکثر منفی رویہ کمل دینی علم نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے چند باتیں سن کر پوری شریعت کا تصور بنالیا جاتا ہے اگر قرآن و سیرت کا جامع مطالعہ ہو تو یہ غلط فہمیاں خود بخود ختم ہو جائیں۔

#### 6: بیوہ یا مطلقہ عورتوں کے نکاح کا مذاق یا اعتراض

قرآن و سنت میں نکاح کو نہ صرف پسندیدہ بلکہ فطری اور سماجی ضرورت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ تاہم بعض معاشروں میں بالخصوص بیوہ یا مطلقہ عورتوں کے نکاح کو طنز، اعتراض اور سماجی تحقیر کا نشانہ بنالیا جاتا ہے، جو نہ صرف اسلامی تعلیمات بلکہ سیرت نبوی ﷺ کے صریح معنافی ہے۔ اسلام نے عورت کو اس کی ازدواجی حیثیت سے ماوراء کرایک مکمل انسانی وجود تسلیم کیا ہے۔ بیوہ یا مطلقہ ہونا کسی عورت کے کردار، عزت یا سماجی و قاری میں کمی کا باعث نہیں۔

قرآن مجید میں واضح ہدایت دی گئی ہے:

"إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَا يَعْصُمُهُنَّ أَنْ يَتَكَبَّرْنَ أَرْزَوا حَمْنَ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ"<sup>24</sup>

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آپکچیں توجہ وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے (پرانے یا نئے) شوہروں سے نکاح کرنے سے مت رو کو۔"

تفسیر عثمانی میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جب بیوہ عورت میں اپنی عدت پوری کر لیں یعنی غیر حاملہ چار ماہ دس روز اور حاملہ مدتِ حمل تو ان کو دستور شریعت کے موافق نکاح کر لینے میں پچھلنا نہیں اور زینت اور خشبو سب حلال ہیں۔"<sup>25</sup>

یعنی عورت مطلقہ ہو یا بیوہ اسے نکاح کے معاملہ میں روکنا نہیں چاہیے بلکہ اسے اپنی مرضی سے فیصلہ کرنے دینا چاہیے۔ اگر کہیں مناسب رشتہ مل جائے تو اسے دستور کے مطابق نیا نکاح کرنے کا حق دینا چاہیے اور اس میں تاخیر بھی نہیں کرنی چاہیے۔

بیوہ عورت سے نکاح کرنے کوئی عیب کی بات نہیں، بلکہ کارِ ثواب ہے، دینی ماحول کے نقدان اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی بنا پر لوگ

بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے ہیں، حالانکہ بیوہ کا نکاح نہ کرنا زمانہ جاہلیت کی رسم ہے، عرب میں یہ رسم تھی کہ جب کوئی شخص مال چھوڑ کر مر جاتا تو اس کی بیوی کو نکاح نہ کرنے دیتے، تاکہ اس کامال اس کے پاس رہے۔ سیرت نبوی ﷺ اس معاملے میں نہایت واضح اور عملی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صرف بیوہ و مطلقہ خواتین کے نکاح کو جائز بلکہ معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بناؤ کر پیش کیا۔ حضرت خدیجہؓ بیوہ تھیں، مگر رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا اس معاشرتی تصور کو توڑ دیا کہ بیوہ عورت نکاح کے لائق نہیں۔ یہ نکاح نبوی زندگی کا پہلا اور نہایت با برکت نکاح تھا، جو اسوہ حسنہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت سودہؓ ایک عمر سیدہ بیوہ خاتون تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا کہ بیوہ عورتوں کی کفالت، عزت اور معاشرتی بحالی کا عملی نمونہ پیش کیا۔ حضرت زینب بنت جحشؓ کا نکاح ایک اصلاحی اور سماجی انقلاب کا مظہر تھا، جس میں مطلقہ عورت سے نکاح کو معاشرتی اعتراضات کے باوجود سنت نبوی کے طور پر قائم کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عملاً یہ ثابت کیا کہ عورت کی عزت اس کے کردار اور تقویٰ سے ہے، نہ کہ اس کے ازدواجی ماضی سے، بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح باعثِ عیب نہیں بلکہ باعثِ اجر ہے معاشرتی طنز اور جاہلی تصورات کو نظر انداز کر کے حق کو اختیار کرنا ہی سنت نبوی ﷺ ہے۔

بیوہ یا مطلقہ عورت کے نکاح کا مذاق اڑانا دراصل اسلامی اقدار سے انحراف، سیرت نبوی ﷺ سے علمی، جاہلی معاشرتی نصیحت کا تسلسل اور عورت کے بنیادی انسانی حق کی پامالی ہے۔ یہ رویہ نہ صرف اخلاقی گروٹ بلکہ دینی انحراف کی علامت بھی ہے۔

#### نتائج البحث:

- اسلام خواتین کے نکاح، مرضی، عزت اور حقوق کو انتہائی مقدم رکھتا ہے، مگر معاشرتی رویے اس سے بہت دور ہو چکے ہیں۔
- نکاح کے معاملے میں عورت کی رائے کو نظر انداز کرنا، جہیز کا دباؤ، اور غیر شرعی رسومات اسلامی تعلیمات سے ٹکراتی ہیں۔
- اسلام نکاح کو آسان، باوقار اور سستا بنانا چاہتا ہے، جبکہ معاشرتی رواج اسے مشکل اور مہنگا بنانا رہے ہیں۔
- اسلام میں طلاق عورت کی توجیہ نہیں بلکہ اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے، لیکن معاشرہ اسے منفی نظر سے دیکھتا ہے۔
- معاشرے کی اصلاح کا راستہ صرف قرآن و سنت کے اصل اصولوں کی طرف واپسی اور خواتین کی عزت نفس کی بحالی میں ہے۔
- ان منفی رویوں کے نتیجے میں معاشرے میں نکاح میں تاخیر، نفسیاتی دباؤ، خاندانی تنازعات اور اخلاقی بگاڑ جیسے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

**سفرارشات:**

- نکاح، جیزیر اور رضامندی سے متعلق قانونی و شرعی رہنماء صول واضح اور نافذ کیے جائیں۔
- نصاہی تعلیم میں اسلامی تصور نکاح اور خواتین کے حقوق کو باقاعدہ شامل کیا جائے۔
- جیزیر اور غیر ضروری اخراجات کے خلاف قانونی مگر انی اور سماجی مہمات چلائی جائیں۔
- دینی منابر، میڈیا اور تعلیمی اداروں کے ذریعے اجتماعی اصلاحی بیانیہ تکمیل دیا جائے۔
- بیوہ اور مطلقہ خواتین کے نکاح کی حوصلہ افزائی کے لیے سماجی و ریاستی معاونت فراہم کی جائے۔
- یہ تمام مسائل اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مسلم معاشرے کو نکاح کے باب میں اصلاح فکر اور اصلاح عمل کی اشد ضرورت ہے۔

**مصادر و مراجع:**: سورۃ البقرۃ، آیت: 232<sup>1</sup>

2: تفسیر القرآن العظیم مشہور، تفسیر ابن کثیر، علامہ حافظ عمال الدین اسماعیل بن کثیر الدمشقی، دار الطیبہ للنشر والتوزیع ریاض سن اشاعت، ج ۱، ص ۶۰۷

صحیح بخاری حدیث نمبر: 35136

سنن ابی داود حدیث نمبر: 2096<sup>4</sup>

: امام برہان الدین ابو الحسن علی بن ابوبکر الغفاری، الحدایۃ، مکتبۃ البشری، ج ۲۰۱۱، ص ۲۷۵

: سورۃ النسا لیت نمبر: ۳

: سورۃ الانور لیت نمبر: ۳۲<sup>7</sup>: مسند احمد، حدیث: 24529- حسن<sup>8</sup>

9: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، م 1176ھ، جیہ اللہ البالغہ، دار الفیل بیروت، سن اشاعت، ج ۲۰۱۱، ص ۱۱۷

: سورۃ الانور لیت: 32<sup>10</sup>: سنن نسائی، کتاب النکاح، حدیث نمبر: 3375<sup>11</sup>: مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر: 10345<sup>12</sup>: ابو زہرہ، محمد، مجموع الدین، الاحوال اشخاص، السعادۃ القاهرۃ، ۱۹۸۵ء، ص ۹۷۷<sup>13</sup>: محمد امین شعییر بابن عابدین، رد المحتار، ج ۳ ص ۵۶، دار عالم الکتب للطباعة والنشر والتوزیع بیروت<sup>14</sup>

Gallup Pakistan Islamabad, October 11, 2023.

[https://gallup.com.pk/post/35428.time10pm,Date,12/29/2025<sup>15</sup>](https://gallup.com.pk/post/35428.time10pm,Date,12/29/2025): الاصراء: 70<sup>16</sup>

: سورۃ الحجرات: ۱۷<sup>۱۷</sup>

: سورۃ القصص: ۲۳-۲۵<sup>۱۸</sup>

: صحیح مسلم حدیث ۶۶۹۶<sup>۱۹</sup>

: صحیح بخاری ۳۳۳۱<sup>۲۰</sup>

: الزمر: ۹<sup>۲۱</sup>

: ابن ماجہ: ۲۲۴<sup>۲۲</sup>

: النساء: ۳۲<sup>۲۳</sup>

: سورۃ البقرۃ ۲۳۲<sup>۲۴</sup>

: علامہ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی حاص ۱۹۳، دارالاشراعت کراچی<sup>۲۵</sup>

## References

1. Surah Al-Baqarah, verse: 232
2. Interpretation of the Great Qur'an, including the interpretation of Ibn Kathir, by Hafiz Imad al-Din Ismail bin Kathir al-Dimashqi, Dar al-Taybah for Publishing and Distribution, Riyad Sun Ishaat, 2010, vol. 1, p. 607.
3. Sahih Bukhari Hadith No. 5136:
4. Sunan Abi Dawud Event No. 2096:
5. Imam Barandin Abu Al-Hasan Ali bin Abu Bakr Al-Farghani, Al-Hidaya, Al-Bashri Library, 2011, vol. 3, p. 27
6. Surat Al-Nisa, verse number 4
7. Surah Al-Nur, verse number 32
8. Musnad Ahmad, Hadith: 24529 - Hassan
9. Shah Wali Allah, Hadith Dilawi, 1176 AD, Hujjatullah al-Bilha, Dar Al-Jalil, Beirut, Sunn Isha'at, 2011, vol. 2, p. 117
10. Surah Al-Nur Verse: 32
11. Sunan Al-Nisa'i, Book of Marriage, Hadith No. 3375
12. Musannaf Abd al-Razzaq, Hadith No. 10345
13. Abu Zahra, Muhammad, Mohi al-Din, Personal Status, Al-Sa'ada, Cairo, 1985, 977.
14. Muhammad Amin Shahir Babin Abidin, Radd al-Muhtar, vol. 3, p. 56, Dar Alam al-Kutub for Printing, Publishing and Distribution, Beirut.
15. Gallup Pakistan Islamabad, October 11, 2023. <https://gallup.com.pk/post/35428.time10pm>, Date, 12/29/2025
16. Al-Isra: 70
17. Surah Al-Hujurat: 11
18. Surat Al-Qasas: 23-25
19. Sahih Muslim Hadith 6696
20. Sahih Bukhari 3331
21. Al-Zumar: 9
22. Ibn Majah: 224
23. Al-Nisa: 32
24. Surah Al-Baqarah 232
25. Allama Shabir Ahmad Usmani, Tafsir Usmani, vol. 1, p. 193, Dar Al-Asha'at, Karachi, 2007.